کیا رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ ادا کی؟

Did the Messenger of Allah pay zakaah?

پروفیسر ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی*

ABSTRACT:

Of the five fundamentals of Islam, Zakat occupies the second position. This word is derived from Zakd, which means it (a plant) grew. The second derivative of this word carries the sense of purification, e. g. Qad aflaha man zakkaha (he is indeed successful who purified himself). The other word used for zakat both in the Qur'an and the Hadith is sadaqa which is derived from sidq (the truth). Both these words are highly meaningful. The spending of wealth for the sake of Allah purifies the heart of man of the love of material wealth. The man who spends it offers that as a humble gift before the Lord and thus affirms the truth that nothing is dearer to him in life than the love of Allah and that he is full prepared to sacrifice everything for His sake. Secondly, zakat is the most effective measure to improve the economic condition of the have-nots. It is not, however, a mere tax, but a form of worship whereby a man comes close to his Lord. The Muslims have, therefore, been enjoined to pay zakat with the same sense of earnestness and devotion in which the seeker of the Lord observes the prayer.

Key Words: Zakat, Sadaqa, Worship, economic condition, Messenger of Allah.

فقر و فاقہ نبوی اور غربت و افلاسِ اہل بیت اطہار کے مشہور و مسلمہ عقیدہ و فکر کے پس منظر میں یہ سوال ہی اٹھانا عجیب و غریب لگتا ہے، اگر غیر معقول نہیں نظر آتا۔ رسول اکرم ﷺ کی ذاتی غربت اور خاندانی مفلوکیت کی روایات سیرت و حدیث کے گراں قدر ذخیرۂ فقر و فاقہ میں اتنی غالب و مسلمہ ہیں کہ خوشحالی کا تصور گراں گزرتا ہے۔ "الفقر فخری" جیسی احادیثِ مشہورہ اور فقر و فاقہ کی فکر اسلامی کی روایات و آثار کے علمی و دینی غلبہ و غالبیت کے تناظر میں رسول اللہ ﷺ پر زکوٰۃ کی فرضیت کا خیال بھی خام معلوم ہوتا ہے۔ علماءِ اسلام و فقہاءِ کرام نے اور ان سے زیادہ محدثین و شارحینِ حدیث و فقہ اور سیرت نگار و مورخین اسلام نے اس سوال و خیال کو درخور اعتنا نہیں سمجھا بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ ان کی غالب اکثریت کے حاشیہ خیال ہی میں نہیں آیا۔

لیکن جدید اذہان اور معاصر افکار اور ان کے حاملین کرام میں سے بعض نے اس کا ادراک کیا۔ وہ محض جدیدیت اور تجدد پسندی کا شاخسانہ فریب خوردگی نہیں ہے۔ سیرت و سنت اور حدیث و قرآن کے گراں قیمت نکات اور واقعات و حوادث کے تجزیاتی

*Professor, (Ex-Director) Institute of Islamic Studies and Shah wali ullah Research Institute, Muslim University Aligarh, India.
Email: huzafaaligarh@gmail.com

مطالعات اور فکر و فلسفہ اسلامی پر گہرے تدبرات نے ادراک کو مواد فراہم کیا۔ سیرت نبوی کے ایسے متعدد اہم مسائل و معاملات پر تنقیدی نظر و فکر کی راہ کھولی۔ لہٰذا پہلے سے جمے جمائے افکار و مسلمات پر اڑنے اور فکر کہن سے چمٹے رہنے کی بجائے آئین نو کے آئینہ اسلام نما اور جام جمشید نبوی میں اس سوال کا جواب تلاش کرنا چاہیے۔ تحقیقات سیرت نبوی میں اس کے اثبات یا نفی میں جواب ملنے سے حقیقت اسلامی سامنے آئے گی اور محض ذہنی مزعومات اور فکری رسومات کی دھند میں اسیر رہنے سے جدید سوالات کو ٹالا نہیں جاسکتا۔ موجودہ مطالعہ صحیح روایات، معتبر احادیث اور کتاب و سنت سے اسی سوال کا جواب تلاش کرنے کی ایک کوشش ہے تاکہ اہل علم و فکر اس پر غور مزید کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی مالی حیثیت:

روایتی سیرت نگاروں نے ہی نہیں، بیشتر محققین سیرت نے بھی حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کو "اباً عن جد" ممتاز خاندان بنوہاشم کا فرد فرید بتایا ہے تو اسی کے ساتھ آپ کو اور خاندان بالخصوص والد ماجد کو مفلوک الحال، غریب و مفلس اور نادار قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنے والد ماجد عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی سے ملنے والے ترکہ کو معمولی سمجھا ہے: "عبداللہ نے ترکہ میں اونٹ، بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی تھی جس کا نام ام ایمن تھا۔ یہ سب چیزیں رسول اللہ ﷺ کو ترکہ میں ملیں"، مولانا شبلی کے اس بیانِ فلاکت زدگی کی تائید مولانا ادریس کاندھلوی نے یوں کی ہے: "انتقال کے وقت عبداللہ نے پانچ اونٹ اور چند بکریاں اور ایک باندی جن کی کنیت ام ایمن اور نام برکت تھا یہ چیزیں ترکہ میں چھوڑیں۔" مولانا مودودی نے "غربت سے زندگی کی ابتدا" کی معنی خیز سرخی کے تحت غربت و مفلوکیت کا مرقع پیش کیا ہے: "جناب عبداللہ شادی کے وقت نوجوان ہی تھے اور اپنے کاروبار کی انھوں نے ابتدا ہی کی تھی کہ انتقال ہوگیا۔ اس لیے وہ اپنے یتیم بچے اور اپنی بیوہ کے لیے کوئی بڑی دولت چھوڑ کر نہ جاسکے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ انھوں نے پانچ اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ اور ایک لونڈی ترکہ میں چھوڑی تھی"۔ حاشیہ مؤلف میں یہ اضافہ دلگذار بھی ہے کہ "ایک روایت یہ بھی ہے کہ ترکہ میں صرف ایک اونٹ تھا اور ایک لونڈی"۔ مولانا مرحوم نے مزید خاکہ غربت قرآن سے مستند کیا ہے: "حیات طیبہ کی اس غریبانہ زندگی کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے کہ: وَوَجَدَكَ عَاۤىِٕلًا فَأَغۡنَىٰ [1] اور اللہ نے تم کو غریب پایا پھر غنی کردیا...." اسی طرح کے بیانات و نتائج خاندانی اور ابتدائی غربت و مفلوکیت کے دوسروں نے بھی دیے ہیں۔ ان میں شامل ہیں: صفی الرحمن مبارکپوری، حکیم محمود احمد ظفر، سید معین الحق اور متعدد دوسرے، بعض نے ترکہ پدری اور مفلوک الحالی کا ذکر نہیں کیا[2]۔

خاندانی ترکہ اور مالی حیثیت کی روایات کا نقد:

ان تمام سیرت نگاروں نے اور دوسرے بعض اہل علم و محدثین کرام نے بھی ایک دو روایات پر کلی انحصار کرلیا ہے اور بعض نے متضاد و متصادم روایات بیان کرکے غربت و فلاکت کا تاثر مزید گہرا کرنے کی کوشش کی ہے جیسے مولانا مودودی نے ترکہ پدری کی قلیل ترین مقدار کی روایات حاشیہ میں اضافہ کرکے کی ہے۔ ان کے علاوہ دوسری روایاتِ ترکہ بھی ملتی ہیں، ان کا حوالہ دیا گیا اور نہ ذکر

کیا گیا کہ وہ راست بیان ترکہ میں ان کو نہیں مل سکا اگرچہ وہ ان سے قطعی لاعلم نہ تھے۔ جناب عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی نے ایک مکان بھی ترکہ میں چھوڑا تھا جو ان کے مالدار ترینِ سادات قریش جناب عبدالمطلب ہاشمی نے ان کو بطور تحفہ دیا تھا۔ اس کے علاوہ دوسری روایات واخبار بھی ہیں اور ان سے زیادہ اہم متعدد شہادات ہیں۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ صاحب مال ومنال نہ تھے اور آپ کی شادی کے خطبہ وغیرہ کی روایات کے مطابق قلیل المال ضرور تھے جیسا کہ بیشتر اردو سیرت نگاروں نے بھی لکھا ہے۔ ان میں حکیم محمود احمد ظفر، داناپوری، ادریس کاندھلوی، صفی الرحمن مبارکپوری وغیرہ بھی شامل ہیں۔ حکیم محمود احمد ظفر[3] نے آپ کے مکانِ رہائش کو ابو طالب اور آپ کی ملکیت مشترکہ بتایا ہے جو عجیب وغریب ہے۔

سیرت نگارانِ غربت نے جناب عبداللہ ہاشمی کے بارے میں چند اہم حقائق نظرانداز کر دیے:

1: وہ قریش مکہ کے مالدار ترین شیخ عبدالمطلب ہاشمی کے فرزند دلبند ولخت جگر تھے۔

2: وہ اپنے والد ماجد کی تجارت اور خاص کر شامی تجارت میں شریک وندیم تھے نہ کہ صرف اجیر وکارپرداز۔

3: شامی تجارت بین الاقوامی سطح کی تھی جس میں شرکت وکاروبار مقامی اور عرب تجارت کی مشق ومزاولت کے بعد کیا جاتا تھا جیسا کہ سیرت نبوی اور عرب جاہلی تجارت کے روایات واخبار سے معلوم ہوتا ہے۔

4: عبداللہ ہاشمی اپنے والد ماجد کی مانند متمول وغنی نہ تھے مگر اتنے مفلوک الحال بھی نہ تھے۔

5: وہ ایک خوشحال نوجوان اور ابھرتے تاجر تھے اور ایک عظیم ترین ومتمول خانوادے کے فرد بھی۔

6: حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ اسی خوش حالی تاجر وجوانِ قریش کے فرزند ووارث تھے۔

7: آپ کی زندگی کی ابتدا خوشحالی سے ہوئی تھی جیسا کہ رضاعت وجوانی کے واقعات بتاتے ہیں۔ اور جوانی میں تجارت وکاروبار نے اس خوشحالی کو غنا میں بدل دیا تھا۔

دورِ غنائے نبوی:

وَوَجَدَكَ عَاۤىٕلًا فَأَغۡنٰى[4] سے استدلال واستشہاد کرنے والے علماء کرام اور سیرت نگار ومحدثین عظام نے ''عائل'' کا ترجمہ غریب ونادار وفقیر کر کے صحیح ترجمانی کلام اللہ کی نہیں کی۔ خاکسار راقم نے اس سے قبل بھی بحث کی اگرچہ وہ مختصر ہی رہی کہ حضرت محمد ﷺ کیلئے اللہ تعالی نے لفظ عائل استعمال کیا ہے، فقیر ومسکین کے الفاظ نہیں۔ قرآن مجید میں فقیر/فقراء اور مسکین/مساکین بھی خوب آئے ہیں لہٰذا عائل ''خاص معنی رکھتا ہے اور وہ خاص معنی ہیں: تنگ دست یا ضرورت مند یعنی ایسا شخص جس کے مالی وسائل اس کی ضروریات پوری کرنے میں کفایت نہ کریں۔ امام سیرت ابن اسحاق نے اور متعدد دوسرے اہل علم وفن نے یہی معانی لکھے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ کے مطابق قرآن مجید میں مترادفات نہیں ہیں کہ ان کے معانی کے متعدد پیچ دار تہیں ہوتی ہیں لہٰذا ''عائل''، فقیر ومسکین کی جگہ نہیں لے سکتا اور نہ ان کے معانی ومفاہیم کا حاصل ہو سکتا ہے[5]۔

پھر یہ حقیقت کبریٰ بھی توان غربت و مفلوک الحالی کے مرقع نگاروں کو بھی تسلیم ہے کہ دورِ حاجت مندی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے رسول اللہ ﷺ کو مالدار/غنی کر دیا تھا۔ بعض بعض فقر و فاقہ کی مستیوں کے متوالے تو اس حد تک چلے گئے کہ اس غنائے قرآنی کو اپنے خیال خام کے تحت غنائے نفس کر دیا اور اسے مالی غناء و مالداری و تمول سے آلودہ نہیں ہونے دیا حالانکہ ''عائل'' کے بعد ''غنی'' کا ارتقاء مالی اسے کسی طور غنائے نفس نہیں بناتا، ورنہ عائل کے معنی نفس کی مفلوک الحالی بلکہ فلاکت کے ٹھہریں گے۔ ان جیسوں کی ایک اور ظالمانہ تعبیر یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی غنا اور مالداری آپ کی شخصی اور ذاتی نہ تھی بلکہ کسی غیر کی عطا و بخشش تھی۔ ان میں متعدد اردو مترجمین و شارحینِ قرآن مجید و مفسرین کے علاوہ بیشتر اردو سیرت نگار شامل ہیں۔

غنائے نبوی عطیۂ زوجہ کا خیال:

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی شرح و تعبیر میں بعض بعض سیرت نگاروں نے یہ خیال خام ظاہر کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی مالداری اور غنا حضرت خدیجہ ام المومنین و زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی دولت اور مال خطیر کی وجہ سے ہوئی تھی اور وہ بھی ان سے شادی کے بعد ان کی دولت سے۔ اس خیال فاسد کی تردید بعض اہل علم و فکر اور صاحبان تحقیق نے بھی کی ہے جیسا کہ مولانا مودودی نے سورہ ضحیٰ کی تفسیر میں کیا ہے لیکن ان کے خیال خاطر میں رسول اللہ ﷺ کی مفلسی کا خیال بسا ہوا ہے: ''حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد حضور ﷺ کی مفلسی کا دور ختم ہو گیا... مگر جب ان کی تجارت آپ ﷺ جیسے امین اور فرزانہ شخص کے ہاتھ میں آئی... تو آپ ﷺ کی تجارت چمک اٹھی اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پورا ہوا: وَوَجَدَكَ عَاۤئِلاً فَأَغْنٰى ''۔[6]

نبوی غناو مالداری کے حقائق:

حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل مالداری اور خوشحالی بنیادی طور سے آپ کی اپنی تجارت اور کاروبار کا عطیہ و نتیجہ تھی۔ روایات سیرت اور اقدار قریش کے مطابق دوسرے جوانانِ قبیلہ کی مانند آپ نے تجارتی کاروبار میں بیس سال یا اس سے کچھ کم عمر شریف میں حصہ لینا شروع کیا۔ مقامی بازاروں اور عرب کی اندرونی تجارت کے مراکز۔ اسواق عرب۔ میں تجارت کر کے نام و عزت کمائی اور دولت و خوشحالی کے ساتھ حلقہ تجار و کاروبار میں بھی مرتبت پائی۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدیؓ کے شریک یا اجیر تجارت بننے سے قبل ایک دو بار شامی تجارت میں حصہ لے چکے تھے اور اسی کی شہرت و نیک نامی کے سبب وہ تجارتِ حضرت خدیجہؓ کے شریک بنے اور کم از کم دو بار شامی تجارت کے مراکز بصریٰ وغیرہ تشریف لے گئے۔ ان سے شادی کے وقت آپ ایک خوشحال و صاحب مال نوجوان و فہیم تاجر بن چکے تھے۔ زمانہ جاہلیت کے آپ کے بعض شرکاء تجارت عبداللہ بن ابی الحمساء، عبداللہ بن سائب/ قیس بن سائب مخزومی وغیرہ کے ساتھ تجارتی لین دین اور شراکت تجارت میں آپ کے پسندیدہ اخلاق اور تجارتی طہارت کے ذکر صریح کے ساتھ آپ کی مالی خوشحالی کا ذکر بھی مضمر ہے کہ تاجر ہاشمی اسی طرح صاحب مال بنے تھے جیسے آپ کے ہم عمر یا کمسن اصحاب تجارت اور اعزہ خاندان جن میں ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، طلحہؓ و زبیرؓ شامل تھے۔

حضرت خدیجہ سے نکاح نبوی:

اگرچہ حضرت خدیجہؓ سے آپ کے نکاح اور اس کے پیغام کی روایات میں آپ کی مفلسی کے متعدد اظہارات حسب معمول روایاتِ متاثرین میں ملتے ہیں تاہم ان کی تردید واقعات سے ہوتی ہے۔ وہ مختصراً حسب ذیل ہیں: صحیح روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو مہر کی معیاری مقدار ادا کی۔ اس مقدار وقدر وقیمت پر البتہ روایات کا اختلاف ملتا ہے:

1: آپ نے مہر میں حضرت خدیجہؓ کو بیس اونٹ دیے۔

2: رسول اللہ ﷺ نے مہر میں چار سو دینار دیے۔

3: بعض میں ہے کہ آپ نے پانچ سو درہم دیے/بیس مثقال دیے۔ [7]

مہر وشادی کے اخراجات:

سنتِ رسول اللہ ﷺ اور سنتِ انبیا کرام کے مطابق شادی بیاہ کے مصارف شوہر اٹھاتا تھا۔ ان میں ولیمہ بھی شامل تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات سے شادی کے بعد ولیمہ کیا تھا۔ عام حالات میں وہ گوشت روٹی وغیرہ کے کھانے پر مشتمل ہوتا اور برات/بارات میں اعزہ بھی جاتے تھے۔ ازواج کو ضروری سامان زیست اور مکان بھی جسے "سکنیٰ"، فقہی اصطلاح میں کہا جاتا فراہم کرنا بھی آپ کا فرض تھا اور روزانہ کی ضروریات کی کفالت بھی۔ روایات واخبار ملیں یا نہ ملیں یہ اسلامی حکم تھا جس کی آپ ﷺ ہمیشہ تعمیل کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے وقت بعام نکاح/برات کا ذکر روایات مذکورہ بالا میں موجود ہے اور ولیمہ نبوی کا ذکر مضمر یا ابو طالب کفیل نبوی کے حوالے سے ہے۔

خواتینِ خاندان کی تزویج:

مکی دور حیات میں رسول اکرم ﷺ نے اپنے خاندان کی متعدد خواتین اور زیر کفالت بنات عم وغیرہ کی شادیوں اور دوسرے ضروری مصارف کی کفالت بھی کی تھی۔ ان میں آپ کی انا حضرت ام ایمنؓ بھی شامل تھیں اور عم مکرم زبیر بن عبد المطلب کی دختریں بھی۔ ان کے علاوہ بعض دوسری عزیز لڑکیوں کی شادیاں بھی آپ نے کی تھیں۔ مکی دور میں یہ سارے اخراجات ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے مال سے کیے تھے۔ اور مال کا ذریعہ خالص تجارت کے منافع تھے۔ مدنی دور میں بھی آپ نے یہ فرائض محبت برابر ادا کیے اور امام بخاری وغیرہ نے کتاب النکاح میں ان کا ذکر خاص کیا ہے [8]۔

حضرت علیؓ کی کفالت:

روایاتِ سیرت کا قریب قریب اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتی مالی آسودگی اور شفیق ومربی عم مکرم جناب ابو طالب بن عبد المطلب ہاشمی کی روز افزوں اقتصادی خستگی اور تجارتی کساد بازاری کی وجہ سے آپ نے اپنے ایک مالدار وتاجر عم معظم حضرت عباس بن عبد المطلب ہاشمی کے ساتھ باہمی مشاورت وتعاون کے ذریعہ فیصلہ کیا کہ شیخ خاندان کی اعانت وصلہ رحمی اور احسان شناسی کی خاطر ان

کے کم از کم دو فرزندوں کی کفالت کی ذمہ داری دونوں چچا بھتیجے مل کر اٹھالیں۔ اس باب میں محسن و مربی سے بات کی اور ان کی مرضی سے حضرت عباسؓ نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی اور آپ نے حضرت علیؑ بن ابی طالب کی کفالت و پرورش و پرداخت کی مالی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لے لی۔ بعض محققینِ سیرت کے خیال میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کی عمر اس وقت چار پانچ کی تھی اور حضرت جعفرؓ ان سے دس سال بڑے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی مالی حیثیت اور تجارتی فارغ البالی کا یہ زمانہ بعثت سے پانچ چھ سال پہلے کا بیٹھتا ہے۔ یعنی 595ء کا جب آپ کی عمر شریف 35 سال کے قریب تھی اور جب تعمیر کعبہ کا دوسرا مرحلہ درپیش تھا۔ یہ عم مکرم کی مسلسل کرم نوازی کی احسان شناسی بھی تھی اور احسان کے بدلے احسان کی نبوی خوئے دلنواز بھی اور مالی استطاعت بھی۔ [9]

کفالتِ اعزہ واقرباء:

کاشانہ نبوت میں بعثت سے قبل خانوادہ عظمت کے افراد کے علاوہ متعدد دوسرے لوگ بھی نبوی کفالت سے آسودہ حال رہتے تھے۔ ان میں شامل تھے: رسول اللہ ﷺ کے متعدد آزاد کردہ غلام/موالی جیسے حضرت زیدؓ بن حارثہ کلبی، ان کی اہلیہ اور رسول اکرم ﷺ کی ماں جیسی انا حضرت ام ایمنؓ، ان کے سابق یثربی شوہر کے فرزند حضرت ایمنؓ، حضرت زید کلبیؓ کے فرزند حضرت اسامہؓ، حضرت ابو رافعؓ اور ان کی اہلیہ سلمیٰ اور متعدد دوسرے غلام و موالی جیسے حضرت ثوبان وغیرہ۔

متعدد غیر خاندانی اہل تعلق کی بھی کفالت اور دیکھ ریکھ آپ کے ذمہ تھی۔ ان میں بہت سے لوگ شامل تھے۔ [10]

رفاہی خدمات وصدقات:

مکی دور ارتقاونہاد میں حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی قبل بعثت خدمات کا ذکر ملتا ہے۔ وہ بالعموم آپ کی صفات حسنہ اور اوصاف حمیدہ کے موثر وسحر کار پیرائے میں بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدیؓ خود بھی ایک عظیم صاحبہ خیرات ومبرات تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ آپ عزیزوں اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے ہیں، بے سہاروں اور بیکسوں کی مدارات کرتے ہیں، ناداروں اور مفلسوں کو مالی عطایا دیتے ہیں، ان کو اپنی گاڑھی کمائی سے کما کر عطا کرتے ہیں، مہمانوں اور آنے جانے والوں کی ضیافت کرتے ہیں، سواری کے طالبوں کو سواری فراہم کرتے ہیں اور ہر طرح کے نیک کاموں میں اعانت کرتے ہیں۔ یہ صرف چند اصنافِ خیرات ہیں اور موخر الذکر جامع ترین ہے۔ [11]

سیرت نگارانِ قدیم اور محدثین وشارحینِ عظیم کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعثت سے قبل طواف کرنے سے قبل اور بعد بھی مساکین وفقراء کو کھانا کھلاتے یا زادِ زیست عطا کرتے تھے بالخصوص غار حرا میں اپنے جوار واعتکاف کے زمانے میں۔ یہ سلسلہ خیرات واحسانات ایک سنت متواترہ تھی۔ تحنث/تحنف کی دینی اور روحانی حیثیت پر کافی بحث کی گئی ہے مگر ان کے مختلف کاموں اور عبادتوں میں مالی خیرات اور مبرات کا اظہار ذرا کم ملتا ہے۔ اس پر مزید بحث آگے آتی ہے۔

بعثت سے قبل اور بعد رسول اللہ ﷺ نے متعدد غلاموں اور باندیوں کو خرید کر آزاد کیا تھا۔ حضرات زیدؓ بن حارثہ کلبی، ام

ایمنؓ، صالح شقرانؓ، ابورافعؓ جیسے متعدد غلاموں کو ترکہ یا تحفہ میں پایا تھا مگر ان کو بھی آزاد کر دیا۔ ان تمام حنیفی اقدامات کا ذکر بھی آپ کے دونوں ادوار کے واقعات کے ضمن میں برابر آتا ہے اور ان سب کے مالی مضمرات تھے۔ آپ نے اپنی گرہ سے مال خیرات کیا تھا یا اپنے مال و جنس کو تبرعاً راہ میں خرچ کر دیا تھا۔[12]

دین حنیفی کے مالی صدقات:

قریش مکہ بالخصوص اور عام جاہلی عرب علی الاطلاق دین حنیفی کے متعدد احکام پر عمل کرتے تھے۔ ان میں بدنی اور جانی عبادتوں کے علاوہ مالی عبادات و مبرات شامل تھیں جن کو کار ثواب جان کر ادا کرتے۔ قریشی اور عرب فیاضی و سخاوت نے اصلاً اس دین حنیفی کے موثرات کی وجہ سے فروغ پایا تھا۔ ان میں مالی معاملات و حسنات بنیادی طور سے بھی کافی اہم تھے:

صلہ رحمی: عزیزوں، رشتہ داروں اور خاندان و قبیلہ والوں سے عام حسن سلوک کے ساتھ مالی اعانت و امداد کی سنت موکدہ بقول شاہ ولی اللہؒ ہمیشہ جاری رہی۔ رسول اللہ ﷺ بعثت سے قبل اور بعد دونوں زمانوں میں بکری ذبح کرتے اور اکثر ذبح کرتے تو پارچے حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں، بہنوں اور دوسرے عزیزوں کو بھجواتے۔

مہمان نوازی: عربوں کی عظیم ترین صفت اور مالی خدمت تھی اور اس میں انتہا کر دیتے تھے۔ بسا اوقات عرب جاہلی اور عرب اسلامی بھی اپنے دشمنوں اور قاتلوں تک کی مثالی مہمان نوازی کرتے۔ اپنے گھروں میں آنے والوں کے علاوہ وہ شہر میں وارد ین و صادرین سے کسی نہ کسی کو بلکہ متعدد کو گھر لا کر کھانا کھلاتے تھے۔

ابعام: ابعام مساکین و فقراء کو دینی اور احتسابی حیثیت حاصل تھی اور وہ بالعموم غریبوں کو کھانا کھلاتے۔ اس کے علاوہ وہ عام طور سے سب لوگوں کو کھانا کھلانے کو ایک وصف اور اپنی قومی صفت سمجھتے۔ قریش مکہ کے تمام کے تمام شیوخ و سادات اور مالدار و متمول ہر وارد و صادر اور دیسی بدیسی کو مستقل کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے اہتمامات و انتظامات کرتے۔ ان کو اجتماعی دعوتیں بھی کہا جا سکتا ہے۔ عبداللہ بن جدعان تیمی جیسے اکابر قریش کی عظیم الشان دیگ مستقل کھانا تقسیم کرتی۔ غیر معمولی حالات، قحط سالی وغیرہ اور سامان رسد کی عدم فراہمی کی صورت میں وہ پورے مکہ کے لوگوں کے لیے کھانا فراہم کرنے کی سبیل کرتے تھے۔ جد امجد نبوی ہاشم نے اسی میں نام کمایا تھا[13]۔

اعتاق: غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کرنے کی روایت اعتاق کہلاتی اور وہ بھی جاہلی عربوں میں اور اسلامیان عرب میں ایک سنت موکدہ تھی اور کار ثواب سمجھی جاتی۔ صرف ایک قریشی مخیر حکیم بن حزام اسدی نے اپنے دور جاہلی اور عہد اسلامی میں دو سو یا اس سے زیادہ غلاموں کو آزاد کیا تھا۔ دوسرے بھی ایسے کئی تھے[14]۔

زکوٰۃ و صدقات کی حنیفی سنت:

دین حنیفی کے مالی حسنات و مبرات کو اصلاً زکوٰۃ و صدقات ہی سمجھا جاتا تھا۔ اسلامی کتب و مآخذ حدیث و فقہ میں اور قرآن مجید

کی آیات مبارکہ میں بھی وہ صدقات گردانے گئے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ کی اسی خاص فصل میں صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جاہلی قریش و عرب میں زکوٰۃ و صدقات کی روایت ایک سماجی اور دینی سنت موکدہ تھی جس سے صرف نظر یا بے اعتنائی اور عدم ادائیگی قابل نفرت سمجھی جاتی اور مرتکب خطاکار کے علاوہ سماجی طور سے ذلیل سمجھا جاتا کہ بخل و حرص کی ایک جہت تھی اور بخل مبغوض تھا[15]۔ حضرت حکیم بن حزام اسدی کے حال شرک میں اعتاق وغیرہ کے حسنات کو صدقہ ہی قرار دیا گیا جو زکوٰۃ کا مترادف ہے جیسے کہ بخاری کی کتاب الزکوٰۃ، باب من تصدق فی الشرك ثم اسلم، حدیث: 1436 وغیرہ متعدد اطراف میں ہے۔

دینی تسلسل و تواترِ زکوٰۃ:

قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ میں تمام سابق شریعتوں اور ان کے مجموعہ دین اسلام میں زکوٰۃ کو ایک مالی عبادت کے طور پر رکن اسلام کا حتمی درجہ اور شرعی و قانونی فرض بتایا ہے۔ ایک جدید مفکر و سیرت نگار و مفسر قرآن نے اسی بنا پر یہ وضاحت سے کہا ہے کہ تمام انبیاء کرام کے دین اسلام میں تمام بنیادی عقائد کے ساتھ چاروں ارکانِ اسلام ہمیشہ لازم و نافذ رہے۔ قریش و عرب نے دین حنیفی کے بقیہ نقیہ میں دوسرے ارکان کے ساتھ زکوٰۃ و صدقات بھی پائے اور اس پر عامل رہے۔ حضرت محمد ﷺ قریش مکہ کے جوانوں اور صالحوں کے سرتاج و سرخیل تھے۔ بعثت سے قبل زکوٰۃ و صدقات کے ادا کرنے کے خوگر رہے جیسے ان کے دوسرے مخیر لوگ تھے اور بقول امامان سیرت و حدیث و قرآن۔ شاطبیؒ، ابن کثیر، شاہ ولی اللہ وغیرہ۔ زکوٰۃ فرض دی۔ صرف اس کے مقادیر یا نصاب مدنی دور میں فرض یا متعین کیے گیے۔ فرضیت زکوٰۃ ایک کلی حقیقت ہے[16]۔

مکی اسلام میں زکوٰۃ و صدقات کا حکم:

دین اسلام کی فطرتِ تواتر اور طبیعتِ تسلسل ہی کا اظہار متعدد احادیث میں ہے۔ امام بخاری نے حضرت ابوسفیانؓ کے دربار ہرقل میں رسول اکرم ﷺ کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ ہمیں نماز و زکوٰۃ اور صلہ و عفاف (پاکیزگی) کا حکم دیتے ہیں"... یامرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ و الصلۃ والعفاف..."۔ امام موصوف نے اس حدیث حضرت ابوسفیانؓ کو مختلف اسناد سے متعدد کتب و ابواب میں بیان کیا ہے۔ حدیث ہرقل کے نام سے مشہور اس حدیث میں اور اس کی شرح میں وضاحت ملتی ہے کہ راوی گرامی نے اپنے مکی مشاہدات و تجربات کی بنا پر یہ بیان دیا تھا کہ ان کی ملاقات رسول اللہ ﷺ سے صلح حدیبیہ کے بعد غزوہ فتح مکہ سے قبل تک نہیں ہو سکی تھی۔ دربار نجاشی میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے یہی بیان دیا تھا جیسا کہ امامان سیرت کا بیان ہے۔[17]

متعدد قدیم و جدید سیرت نگار فرضیتِ زکوٰۃ کی توقیت کا مسئلہ اٹھاتے ہیں اور مختلف اوقات حکم بتاتے ہیں۔ ادریس کاندھلوی، 473/1 نے ابن خزیمہ کا بیان نقل کیا ہے کہ زکوٰۃ مال ہجرت سے پہلے فرض ہوئی اور تقریر جعفر کا حوالہ دیا ہے۔

مدنی عہد استحکام و استقلال ریاست میں اسی بنیادی فریضہ اسلام پر نصاب و مقادیر اور تفصیلات و جزئیات اور ان کے احکام و مسائل کا اضافہ ہوتا رہا اور باب زکوٰۃ و صدقات کامل ہوا۔ قرآن و احادیث کی متفقہ شہادتیں ہیں اور بہت تعداد میں کہ اس دوران تمام

مسلمانوں نے اپنے اپنے صدقات ادا کیے اور زکوٰۃ سالانہ کی فرضیت کی ادائیگی کی سعادت پائی جو مکی دور سے جاری تھی۔ فرضیتِ زکوٰۃ یا فرضیتِ ارکان اسلام کی روایات میں توقیت کا شدید اختلاف ہے۔ اس کے باوجود مکی دور میں فرضیت زکوٰۃ وغیرہ کا حکم نبوی اور تعمیل صحابہ وسید المرسلین ﷺ بھی ثابت و مسلم ہے۔ فرضیت صدقۃ الفطر بھی اسی کی ایک قسم ہے اور آپ نے صحابہ کو اسے ادا کرنے کا حکم دیا اور خود اپنی جانب سے بھی اسے برابر ادا فرمایا۔

ازواجِ مطہرات کی ادائیگی زکوٰۃ:

ام المومنین اول حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدیؓ کی ادائیگی زکوٰۃ کا ذکر نہیں آتا، نہ بعثت سے قبل اور نہ اسلام لانے کے بعد مگر ان کے صدقات ومبرات کی روایات بہت ہیں۔ صدقات وخیرات اور حسنات ومبرات کی وسیع ترین اصطلاح خاص زکوٰۃ فرض کی بھی جامع ہے۔ قرآن مجید کی آیات کریمہ میں اس کا واضح ذکر موجود ہے، خاص کر سورہ توبہ: 60 میں ارشاد ہے: إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ [18]... الخ میں صدقات سے بالعموم زکوٰۃ مراد لی جاتی ہے جیسا کہ مفسرین ومحدثین وشارحین اور علماء وفقہاء کا بیان ہے۔ حالانکہ لفظ واصطلاح صدقات عام اور جامع ہے اور زکوٰۃ خاص فریضہ سے وسیع ترجیحات رکھتی ہیں۔[19]

بہر حال یہ حقیقت سب کو تسلیم ہے کہ وہ قریش مکہ کی مالدار ترین خاتون تاجر تھیں اور بسا اوقات ان کا کاروان تجارت متحدہ قبیلہ قریش کے کاروانوں سے مالیت واسباب میں زیادہ بڑا ہوتا تھا۔ ان کا کاروبار بعثت سے قبل تو وسیع ترین تھا۔ نکاح نبوی کے بعد اس نے مزید ترقی کی اور وہ دور اسلام و مکی دور نبوی کے بعد اور بھی ارتقا پذیر بن گیا جیسا کہ گزر چکا۔

ایک اہم مسئلہ یا قضیہ یہ بھی ہے کہ ان کی وفات سنہ 10 بعد بعثت کے بعد ان کا مال اور کاروبار تجارت کا کیا ہوا؟ خاص طور سے ان کی نقد اور جنس پر مبنی دولت کا؟ اس کا جواب روایتی سیرت نگاروں نے محض قیاس بلکہ ظن وتخمین پر یہ دے دیا ہے کہ وہ سب کا سب اسلام کی خدمت اور رسول اکرم ﷺ کی محبت میں خرچ ہو چکا تھا۔ یہ توجیہ وتعلیلِ محض کا معاملہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذاتی ضروریات کے لیے ان کے مال سے کبھی استفادہ نہیں کیا کہ خود مالدار وغیرت مند تھے۔ لہٰذا منطقی اور صحیح جواب یہی لگتا ہے کہ وہ دولت ومال اور کاروبار ترکہ میں رسول اللہ ﷺ اور ان کی اولاد خدیجہؓ کے حصہ میں آیا تھا۔ اور اس پر زکوٰۃ ہمیشہ ادا کی جاتی رہی خواہ وہ عام صدقات ومبرات کے حوالے سے رہی ہو۔

ازواج مطہرات پر زکوٰۃ کی فرضیت وحکم الٰہی کا ایک مدنی اعلان سورہ احزاب میں ہے: "...وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا[20]" اس آیت کریمہ میں واضح طور سے چند احکام۔ اوامر ونواہی۔ دیے گیے ہیں۔ اوامر میں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور اللہ ورسول کی اطاعت عام کرنے کے شامل ہیں۔ ان سے اور نظم قرآن کریم سے واضح وثابت ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور بلا شبہ تمام ازواج مطہرات نے اپنی اپنی مالیت والی ملکیت پر زکوٰۃ ادا کی تھی خواہ وہ ان کے نقد وجنس کا مال رہا ہو خواہ سونے چاندی اور ان کے زیورات کا رہا ہو

یا ان کی جائیدادوں/اموال پر ان کی پیداواروں سے حاصل شدہ دولت کار رہا ہو۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بیشتر ازواج مطہرات اپنے خاندانی اموال اور باپ دادا کی جائیدادوں پر مشتمل حصوں کی وارث بنی تھیں۔ ان میں سے حضرت ام سلمہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینبؓ بنت جحش وغیرہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے "اموال طائف و مکہ سے جنس میں مال آتا تھا"۔

مفسرین و شارحین کرام نے بالعموم اس آیت کریمہ پر نماز و زکوٰۃ سے صحیح بحث نہیں کی۔ حافظ ابن کثیر نے اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاء الزکوٰۃ کو خاص عبادات الٰہی اور مخلوقات کے ساتھ احسان قرار دے کر بات ختم کر دی اور سارا زور کلام اور خروش بحث اہل البیت پر خرچ کر دیا۔ ان کی پیروی میں دستور تقلید مقلدین کے عین مطابق جدید مفسرین و شارحین نے بھی یہی کیا ہے۔ مولانا مودودی کا حاشیہ: ۵۰ وغیرہ صرف اہل البیت کی مراد و غیر مراد کے لیے وقف ہو گیا ہے۔ نظم قرآن کریم کے ماہر شارحین نے نماز و زکوٰۃ اور اطاعت رسول کے جامع بیان کا نظریہ اپنایا ہے۔ مولانا تھانویؒ نے اپنے فقہی ذہن کے عین مطابق زکوٰۃ ادا کرنے کے حکم کو قوسین میں نصاب کی ملکیت سے مشروط کر دیا ہے: " اگر نصاب کی مالک ہو" تاکہ عدم ملکیت ثابت کر کے ادائے زکوٰۃ کی نفی کی جائے اور اس سے دلیل پکڑی جائے۔ اس طرح تو جاہلیت اولیٰ کی زیب و زینت، گھروں میں ٹکے رہنے کی ہدایت، نماز کی ادائیگی کو بھی مختلف شروط سے مشروط کیا جا سکتا ہے۔ اور سب سے بڑی شرط استطاعت کی ہو سکتی ہے۔ قرآنی آیت/آیات کریمہ کا نظام بلاغت و حکم صاف بتا رہا ہے کہ وہ ان کی استطاعت جان کر ہی ان کو مذکورہ بالا اوامر و نواہی کا پابند بنا رہا ہے۔ اس کی تائید میں ازواج طاہرات کی مالی استطاعت کا مزید ذکر موالی/مولاۃ کی خریداری اور ان کی ولاء و پرورش اور بعد میں آزادی کے حوالے سے آتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت بریرہؓ کو خریدا تھا[21]۔ اس طرح متعدد ازواج کے موالی تھے اور ان کے مال سے خریدے گیے تھے۔ عید الاضحی میں ہر سال قربانی اور حج میں فرض قربانی کی ادائیگی میں آپ نے اپنی اور اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی تھی[22]۔

مکی حکم قربانی: آغاز رسالت ہی میں فرزند نبوی کے انتقال پر کافر و دشمنان قریش میں سے کسی نے آپ کی نسل کے انقطاع کا طنز کیا تو رب العزت نے سورہ کوثر کے نزول کے ساتھ آپ کو تسلی دی اور طعن زن کی ابتری کی پیش گوئی کی اور آپ کو شکرانہ میں اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا۔ یہ بدنی اور مالی عبادات تھیں جو مکی دور سے جاری رہیں۔ آپ نے مکی حج کے دوران اور دوسرے مواقع پر اونٹ قربان کیے۔ مفسرین نے اور سیرت نگاروں میں سے بعض باخبروں نے اس کو صرف مدنی دور کی بقر عید کی قربانی سے جوڑ دیا اور مکی قربانی کا عمل نہیں لکھا۔

قربانی بقر عید: مدنی دور کے آغاز میں عید الاضحی کی قربانی آپ نے لازم کی اور صحابہ کے ساتھ خود بھی ادا کی اور اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے بھی قربانی ہر سال کی۔ ان برسوں میں قربانی کے جانوروں کی تعداد کافی سے زیادہ تھی۔ قدیم مآخذ حدیث و سیرت کے علاوہ جدید سیرت نگاروں میں روایت پرستوں نے بھی آپ کی قربانی کا ذکر کیا ہے۔ ادریس کاندھلوی کا بیان ہے کہ غزوۃ السویق ذوالحجہ 2 کو واپسی پر آپ نے دسویں تاریخ کو دو مینڈھے قربان کئے۔ اس طرح بعد میں حجۃ الوداع تک آپ نے بقر عید کی قربانی کا

سلسلہ جاری رکھا اور ازواج کی طرف سے بھی قربانی کی یا انھوں نے خود اپنے مال سے قربانی کی۔ابن اسحاق، بخاری اور دوسری کتب حدیث سیرت میں کتاب الاضاحی میں عجیب وغریب روایات دی ہیں جو خاصی متعارض ومتصادم ہیں۔مکی دور کی سورہ کوثر میں کوثر کی بحث تو خوب ہے اور قربانی سے تعرض قطعی غیر عالمانہ ہے۔صرف شاہ عبدالقادر دہلوی نے کسی قدر صحیح ترجمانی کی ہے کہ ''آپ پر قربانی ضرور تھی''۔باقی اصحاب فکر و نظر نے تاویلات غریبہ ہی کی ہیں[23]۔

حجۃ الوداع کی قربانی کی مالیت:

امامِ سیرت ابن اسحاق، صحیح بخاری اور دوسرے تمام مصادر اصلیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں تریسٹھ اونٹ ذبح کیے تھے۔...فنحر ثلاثة وستين بدنة''۔حافظ ابن حجر نے مختلف روایات میں تطبیق دی ہے۔قربانی حجۃ الوداع اور قربانی بقر عید پر عمل نبوی آپ کی مالی استطاعت اور فرمان رب کی تعمیل بلا چون وچرا کو ثابت کرتا ہے[24]۔

اولاد نبوی کے مکی۔مدنی عقیقے:

ابن سعد کے مطابق حضرت سلمیٰ مولاۃ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے حضرت خدیجہؓ کی تمام اولاد نبوی کے عقیقے میں لڑکوں کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کے لیے ایک بکری کا عقیقہ کیا اور مدنی دور میں حضرت ابراہیمؑ فرزند نبوی کا عقیقہ آپ نے خود کیا تھا اور ان تمام عقیقوں میں منڈن کا صدقہ چاندی میں ادا کیا اور اپنے دونوں نواسوں/کئی نواسوں، نواسیوں کا عقیقہ اسی طرح کیا اور قربانی وصدقات ادا کیے۔[25]

مدنی دور ارتقاء واستحکام میں رسول اکرم ﷺ کی ذاتی دولت، تجارت اور کاروبار کا ذکر نہیں آتا لیکن متعدد واقعات وحقائق اور شواہد آپ کی مالداری اور ان کے ذرائع کا ذکر کرتے ہیں۔ان میں سے ایک ''فےکا'' ہے۔وہ مال نقد و جنس جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا فوجی کاروائی کے یا فوج اسلام کی فتح وغلبہ کے بغیر عطا فرمایا تھا ان میں یہودی قبیلوں بنو قینقاع اور بنو النضیر وغیرہ کے اموال (جائدادیں) شامل تھیں۔اسے بالعموم اسلامی ریاست اور اس کے سربراہ اعلیٰ کی ملکیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ اپنی اطلاقی حیثیت سے صحیح تر بھی ہے لیکن وہ آپ کی حیات بابرکات میں خالص آپ کی نجی ملکیت تھی اور جیسے چاہتے اسے خرچ کرتے۔یہ دوسری بات ہے کہ آپ اپنی ذات اقدس واہل بیت سے زیادہ عام مسلمانوں اور ضرورت مندوں پر اسے خرچ کرتے تھے۔سیرت نگاروں میں ابن اسحاق/ابن ہشام، واقدی، ابن سعد اور متعدد دوسروں کے علاوہ مفسرین و محدثین کرام نے اموال بنی النضیر وغیرہ کو ''فے'' میں شمار کیا ہے[26]۔

اموالِ حضرت مخیریقؓ:

ایک مخیر اور حقیقت پسند یہودی تاجر و مالک اموال حضرت مخیریقؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد غزوہ احد کے زمانے میں اپنا سارا مال آپ کو ہبہ کر دیا۔وہ باغات و جائیداد پر مشتمل تھا اور خاصا پیداواری مال تھا اور اس سے مختلف فصلوں پر خاصی دولت حاصل ہوتی تھی۔وہ ہبہ/ہدیہ ہونے کی وجہ سے آپ کی نجی ملکیت تھی اور اس پر فے کا اطلاق بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔مال/اموالِ حضرت

مخیریقؓ کی قدر و قیمت نہیں آنکی جا سکی کہ اس کی مالی جزئیات دستیاب نہیں لیکن یہ طے شدہ امر ہے کہ وہ مال و جائیداد اور اس کی پیداوار آپ کو صاحبِ مال اور صاحبِ نصاب دونوں بنانے کی شرائط پوری کرتی تھیں۔ ابن اسحاق و بلاذری میں یکساں روایات ہیں لیکن موخر الذکر نے زیادہ مفصل دی ہیں کہ آپ نے ان کے مال کو صدقہ بنا یاد تھا: فجعلها رسول الله صدقة ...''۔ اصلاوہ واقدی کی روایت ہے جس کے مطابق وہ سات باغات (حوائط) تھے جن کے نام بھی گنائے ہیں[27] ۔

عم مکرم کی زکوٰۃ کی ادائیگی:

صحیحین کی احادیث اور شارحین کی تشریحات سے عہد مدنی میں زکوٰۃ ادا کرنے کا ایک خاصا اہم اور منفرد اور متعدد جہات کا حامل واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ ایک قسم کا نمائندہ واقعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو مدینہ منورہ کے اکابر و شیوخ سے زکوٰۃ وصول کرنے پر متعین فرمایا اور تعمیل ارشاد میں انھوں نے سب سے زکوٰۃ وصول بھی کر لی اور خدمت میں پیش کی۔ اس کے ساتھ یہ خاص خبر بھی دی کہ تین اکابر نے اپنی اپنی زکوٰۃ نہیں ادا کی اور ان کے نام بتائے۔ وہ تھے: حضرات ابن جمیلؓ، خالد بن ولید مخزومیؓ اور عباسؓ بن عبد المطلب ہاشمیؓ۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں بزرگوں کی عدم ادائیگی کی وجوہ اور اسباب بیان کر کے فیصلہ دیا: حضرت ابن جمیلؓ نے ناشکری کی اور زکوٰۃ ادا نہیں کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فقیرے سے امیر کر دیا تھا، حضرت خالد سیف اللہؓ نے اپنے تمام آلات حرب و سامان راہ الٰہی میں دے دیے لہٰذا وہ مکلف نہیں، اپنے عم مکرم حضرت عباسؓ کے بارے میں فرمایا کہ ''میرے ذمہ ہیں، میں ان کی طرف سے ان کی زکوٰۃ ادا کروں گا کیونکہ چچا باپ کی مانند ہوتا ہے''۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان احادیث پر کافی عمدہ بحث کی ہے۔ اس واقعہ و قانون کا اہم ترین نکتہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا کے مال کے زکوٰۃ ادا کی تھی۔ کیا ممکن ہے کہ آپ نے اپنی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو؟[28]۔

حضرت عمرؓ کا فرض زکوٰۃ کی تحصیل پر تقرر ہوا تھا، نفل صدقات (صدقۃ التطوع) پر نہیں کہ مؤخر الذکر کیلئے سعاۃ/ساعی یعنی محصلین و عمال نہیں بھیجے جاتے تھے۔ اس شرح کے بعد حافظ ابن حجر نے حدیث مسلم سے اضافہ کیے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ کی جانب سے خود زکوٰۃ ادا کرنے کا التزام کیا۔ کیونکہ ''ان العم صنو الاب''ضعیف روایات کے ذریعہ یہ توجیہ و تاویل بھی کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ان کے مال کی دو سال کی زکوٰۃ وصول کر لی تھی اور حضرت عمرؓ کے سال تقرر وہ آپ کے پاس قرض تھی۔ حافظ موصوف نے ان تمام ضعیف روایات اور معطل توجیہات کو مسترد کر دیا ہے اور دوسری روایات کو بھی۔

جوابِ سوال و تصفیہ مسئلہ:

اسلام میں زکوٰۃ کی فرضیت کا تسلسل اور پیشرو انبیاء کرام کی ادائیگی زکوٰۃ کا تواتر سید المرسلین اور خاتم النبیین ﷺ کے جامع و کامل اسلام میں ایک اساسی رکن کی طرح آیا۔ وہ سابق انبیاء کرام کی وراثت تھی اور عرب قوم و ملک کیلئے خاص حضرت ابراہیمؑ کی توریث۔ حضرت ابراہیمؑ کی دینی وراثت اور تشریعی دولت اور تہذیبی روایت ان کے فرزند اکبر حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت و شریعت کے

ارکان اسلام بن کر ان کے پیرؤوں کو ملی۔ دین ابراہیمی۔ اسمٰعیلی کی اصل شریعت مدتوں تک عرب میں رسولوں کی عدم بعثت کی وجہ سے جاہلیت کے دھندلکوں میں مبہم ہوگئی تاہم بنیادی عقائد اور ارکان اسلام ان میں موجود رہے۔ دین حنیفی کی صالح روایات واقدار میں سے دوسرے ارکان کی مانند زکوٰۃ وصدقات بھی ان میں موجود رہے۔ اور وہ ان کو گراں قدر وراثتِ آباء اور باعث سعادت واجر اور رکن دین سمجھ کر ادا بھی کرتے رہے۔

بعثت سے قبل رسول اللہ ﷺ اپنی قوم قریش اور خاندان بنو ہاشم کی تمام صالح روایات کی تہذیبی وراثت سمجھ کر نہیں دینی دولت وفریضہ سمجھ کر اپناتے رہے اور ان میں زکوٰۃ وصدقات بھی تھے۔ تحنث / تحنف، جو اصلاً دین حنیفی کو اختیار کر کے اس کے فرائض وسنن اور مندوبات پر عمل کرنے کا نام ہے، عربوں میں خاص کر قریش میں بھی خاصی اصل حالت میں رواج پذیر رہا اور وہ اس کی مختلف جہات پر عمل پیرا رہے۔ ان میں ''زکوٰۃ فرض'' کے علاوہ مختلف صدقات اور مالی مبرات شامل تھے جیسے ابعام مساکین، اعتاق، عزیزوں اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور ان پر انفاق، غرباء ومساکین کو مالی امداد، بیکسوں ولاچاروں کی اقتصادی دستگیری، بے نواؤں اور بے سہاروں کو سواری کی فراہمی اور حق ومواسات کے مختلف معاملات وابواب میں اخلاقی اور مالی اعانت جسے حدیث میں ''نوائب الحق'' پر خرچ کہا گیا ہے۔

روایتی سیرت نگاروں نے تحنث کی وسعت وہمہ گیری نہیں سمجھی اور اسے صرف گوشہ عزلت میں ''جوار ومراقبہ'' تک محدود کر دیا۔ اور جوار کے آغاز وانجام پر صدقات کا ذکر محض روایتی رہا۔ رسول اکرم ﷺ کے قبل بعثت تحنث وتحنف کا اور بھی محدود وناقص مطالعہ پیش کیا گیا جس میں آپ کے صدقات وخیرات کا ذکر بہت کم یا سرے سے نہ آیا۔ دوسرے معاملات تحنث کا بھی ناقص رہا اور آپ کی صفات حسنہ اور اوصاف حمیدہ کے مالی مضمرات کا تو سرے سے خیال ہی نہ آیا۔

فقر وفاقہ اور غربت ومفلوکیت کا راہبانہ تصور مختلف وجوہ سے فکر علماء میں در آیا۔ نہ صرف بعثت کی حیات بابرکات کے زمانے میں بلکہ قبل بعثت کے پس منظر میں بھی اسی کا جلوہ دکھایا گیا۔ اس ضمن میں قریش مکہ کی خوشحالی اور مالی ترفہ اور بنو عبد المطلب کے تمول کا واقعہ نظر انداز کر دیا گیا۔ آیات قرآنی میں وارد الفاظ وتعبیرات کی جانبدارانہ توجیہ کی گئی۔ قرآن مجید کے واضح ومبرہن اعلان غنائے نبوی کو تسلیم کیا تو جانبداروں نے اسے غنائے نفس بنانے کی کوشش کی جو زیادہ کامیاب نہ رہی۔ رسول اللہ ﷺ کی مالداری وخوشحالی اور آسودگی کو بہر حال تجارتی کامیابی اور سوجھ بوجھ کی وجہ سے ماننا ہی پڑا۔ حضرت خدیجہؓ کی مالی مرتبت کی توجیہ کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی کہ واقعہ سخت تھا اور تعبیر مشکل۔

مکی دور میں شریعت اسلامی محمدی کے آغاز وارتقاء سے خالص جاہلانہ انکار کیا گیا محض اس خیال خام کی وجہ سے کہ تشریعی معاملات، قوانین اور اوامر واحکام صرف مدنی دور میں آئے۔ اس ضمن میں احکام اسلام اور ان سے زیادہ ارکان اسلام کی فرضیت کے تسلسل کو بھی توڑ دیا گیا۔ قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبوی کی تصریحات کے باوجود زکوٰۃ وصدقات کی غلط تعبیریں کی گئیں۔ اکابر

علماء و محدثین اور علماء و فقہاء کی تحقیقات کے باوجود مکی زندگی اور سیرت نبوی اور مکی اسلام میں زکوۃ و صدقات کی تشریعی حیثیت اور اس کے نفاذ و عمل کی واقعیت سے بھی انکار کیا گیا۔ لیکن اس تمام انکار و استرداد کے باوجود بہر حال حقیقت اپنی جگہ ابھر کر آئی۔

رسول اللہ ﷺ کی ذاتی مالی حیثیت، تجارتی مرفہ الحالی اور غنائے مالی کی وجہ سے اور مختلف واقعات سیرت و تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ مکی دور میں بھی اور اس کے بعد مدنی عہد میں بھی زکوۃ و صدقات برابر ادا کیے جاتے تھے۔ دوسروں کے علاوہ ازواج مطہرات کی بھی ادائے زکوۃ صرف شخصی مال سے کی جاسکتی تھی اور بیت المال سے نہیں کی جاسکتی تھی۔ ان تمام واقعات، شواہد و براہین اور حقائق کی بنا پر یہ واضح طور سے کہا جاسکتا ہے اور وہ واقعہ اور سچ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ ادا کی کیونکہ آپ کا ایک خاص وصف یہ بھی تھا کہ احکام و فرائض کی تعمیل میں آپ سب سے پہلے اور فوری طور سے اقدام کرتے تھے۔

مکی دور سے مدنی دور کے اواخر تک اور اپنی وفات حسرت آیات تک رسول اکرم ﷺ کے تعمیل احکام کی دین حنیفی کے ورثہ مبرات و حسنات و خیرات سے اس کا تاریخی رشتہ قومی اکابر کے اعمال حسنہ اور پوری قوم قریش کے سنن موکدہ کی ادائیگی کے ذریعہ تمام انبیاء کرام بالخصوص حضرت ابراہیمؑ سے جاملتا ہے اور اپنی رسالت کے دورانیہ میں دونوں ادوار مکی و مدنی میں وہ تسلسل و تواتر ارکان اسلام کی واقعیت بتاتا ہے۔ قبل بعثت کے زمانے میں آپ نے زمانہ تکلیف (ذمہ داری/دینی) سے عام صدقات اور خاص زکوۃ ادا کی۔ مکی دور نبوت میں صدقات نافلہ و متقاربہ کے علاوہ آپ خاص اصطلاحی و تشریعی زکوۃ ادا کرتے رہے۔ امامان سلف کے مطابق اس دور مکی میں زکوۃ بلا مقادیر و شرائط (نصاب و حولان حول) کے ادا کی جاتی رہی۔ مدنی دور سے مقادیر کی وضاحت و شرائط کے بعد ان کی پاسداری کی گئی اور عام صدقات و مبرات مالی جاری رہے۔ رسول اکرم ﷺ اپنی ذاتی مالی حیثیت اور دینی و تشریعی استطاعت کے سبب برابر زکوۃ ادا کرتے رہے۔ عام واقعاتی شواہد اور تصدیقی قرائن کے علاوہ خاص ''اصناف زکوۃ'' کی نبوی ادائیگی کی بہت سی روایات ہیں، اور صرف روایات و احادیث ہی نہیں، ٹھوس پکے اعمال اور مستند و مسلسل واقعاتِ ایتاء الزکوۃ ہیں۔ ابعام، اعتاق، خیرات، صدقات، قربانی عام، قربانی/ذبیحہ حج، قربانی عقیقہ وغیرہ، نکاح و ولیمہ کی سنن بعام و قربانی، بے بسوں کی مالی غمخواری، ایتام و بیوگان کی معاشی دیکھ بھال، اعزہ و اقارب کی خبر گیری اور مالی اعانت، ازواج مطہرات کے نان نفقات، اعمام و اقارب پر واجب زکوۃ کی ادائیگی اور حدیث حضرت خدیجہؓ کی جامع و مانع تعبیر تمام معاملات مشکلات حق (نوائب الحق) پر صرف مال خیر رسول اکرم ﷺ کا عمل ہی دوسرے تمام صحابہ کرام اور صاحبان خیر و حسنات سے کہیں زیادہ تھا۔ بے مثال و عظیم ترین شخصیت نبوی اور سید المرسلین و خاتم النبیین ﷺ کے مرتبت پر فائز ذات والا صفات نے تمام ارکان اسلام کے سب سے بہترین اور مثالی پاسداری کی اور نماز، روزہ، حج وغیرہ کے ساتھ زندگی بھر زکوۃ و صدقات ادا فرمائے۔ اس مالی استطاعت نبوی کا سب سے بڑا شاہد خود حجۃ الوداع کی ادائیگی ہے۔ مکی دور کے تین یا سالانہ حج ادا کرنے کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں زیادہ ''مالی تکلیف'' نہ تھی مگر مدینہ منورہ سے حج کرنے کے معاملہ میں مالی استطاعت کی شرط بھی تھی۔ غیر استطاعت کی صورت میں تو آپ پر حج فرض ہی نہ تھا اور اگر آپ نے وہ نفل حج ادا کیا تھا تو اور بھی آپ کی استطاعت کو

ثابت کرتا ہے۔ حج کے انتظامات اور ازواج مطہرات اور دوسرے زیر کفالت اصحاب کے سفر حج وغیرہ پر خاصی بڑی رقم خرچ کی گئی تھی۔ قربانی کے جانوروں (ھدی) کی تعداد اور پھر ان کی یوم النحر میں قربانی اور اس کے انتظامات پر رقم کا صرفہ اس بڑی رقم کا کچھ اندازہ دیتا ہے۔ بہر حال عمر بھر میں ایک فرض حج کی ادائیگی تعمیل نبوی رسول اکرم ﷺ کے سالانہ ادائے زکوٰۃ کی اور بھی شہادت دیتی ہے جو بہر حال کافی کم مالیت کی رقوم ہوتی تھیں۔ اس باب خاص میں سوال اٹھانا ہی بے ادبی ہے لیکن اس سوال کا مثبت جواب آپ ﷺ کی مرتبت و منزلتِ لاثانی کو ظاہر کرنے کے لیے دیا گیا ہے۔ اس کا اثبات تو ثبوت حق ہے اور وہ ام الکتاب اور عند اللہ مندرج و مرقوم ہے۔ یہ بحث بے خبرانِ مرتبت گرامی سید المرسلین ﷺ کے علم و خبر اور آگہی اور حق شناسی کے لیے کی گئی ہے۔

حوالہ جات

---

[1]سورہ ضحی:۸

[2]شبلی/سلیمان، سیرۃ النبی اعظم گڑھ 1986ء، ج1، ص169 بحوالہ طبقات ابن سعد؛ کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، دار الکتاب دیوبند غیر مورخہ، ج1، ص46 بلا حوالہ، غالباً زرقانی؛ مودودی، سیرت سرور عالم، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی 1989ء، ج2، ص95؛ صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، اردو، المجلس العلمی علی گڑھ 1988ء، ص82 بحوالہ مختصر السیرۃ از عبداللہ، تلقیح الفھوم، صحیح مسلم، ج2، ص96؛ حکیم محمود احمد ظفر، سیرت خاتم النبیین، تخلیقات لاہور 2010ء، ص113 بحوالہ طبقات زرقانی؛ سید معین الحق، سیرت محمد رسول اللہ ﷺ، اردو ترجمہ رفیع الزماں زبیری، فضلی سنز کراچی، 2012ء، ص98؛ عبدالرؤف داناپوری، اصح السیر، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، غیر مورخہ، ص5-6 میں ذکر ترکہ ومالی بدحالی نہیں ہے۔

[3]حکیم محمود احمد ظفر، سیرت خاتم النبیین، تخلیقات، لاہور 2010ء، 163

[4]سورہ ضحی:۸

[5]مختصر بحث کے لیے ملاحظہ ہو مقالہ خاکسار 'مولانا مودودی کی سیرت نگاری، ارمغان مودودی، لاہور 2006ء مآخذ میں ابن اسحاق/ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، حمدی طباعت 2006ء بیروت؛ سہیلی الروض الانف بیروت 2009ء، ج1، ابن تیمیہ، مقدمۃ التفسیر تھانوی، بیان القرآن، نادار/مالدار کا ترجمہ ہے: ''حضرت خدیجہ نے تمام مال حاضر کر دیا'' یعنی مالدار بنادیا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ فتح الرحمن میں بالترتیب ''تنگدست اور تونگر'' کیا ہے جب کہ ان کے فرزند عبدالقادر اور ڈپٹی نذیر احمد نے عائل کا ترجمہ مفلس کیا ہے۔ فقیر و مفلس جیسے فلاکت زدہ تراجم دوسرے مفسرین و شارحین میں بھی موجود ہیں۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج9، ص411: محتاج و غنی کا ترجمہ، قابل ذکر ترکہ پدری نہ چھوڑا، غنی القلب اصل اور غنائے مال صرف ظاہر۔

[6]سیرت سرور عالم، ج2، ص117 ومابعد؛ تفہیم القرآن، ج6، ص374 میں مودودی نے اور تدبر قرآن میں اصلاحی نے مفلسی/افلاس کے مال تجارت خدیجہؓ/دولتِ زوجہ سے مالداری نبوی کا ذکر دونوں نے کیا ہے اگرچہ مودودی نے اسے بیوی کی دولت پر عدم انحصار سے تعبیر کیا ہے اور قابلیت و محنت سے مالدار بتایا ہے؛ حکیم محمود احمد ظفر، قاضی محمد سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی، 1980ء، ج1، ص46: ''تجارت شروع کرنے کے قبل گھر کا روپیہ نہ تھا'' جو مال خدیجہؓ سے تجارت کرنے سے پورا ہوا۔ گویا مفلوک الحال تھے لیکن شادی کے بعد مال خدیجہؓ کے بارے میں آپ کی امداد کیلئے قومی اور دینی امداد اور مصارف میں خرچ مراد لیا ہے۔

[7]مودودی، سیرت سرور عالم، ج2، ص114 حاشیہ :2، بحوالہ ابن سعد؛ کاندھلوی، ج1، ص112 بحوالہ سیرۃ ابن ہشام اور حافظ ابوبشر دولابی: ''بیس اونٹ مہر مقرر ہوا... مہر کی مقدار ساڑھے بارہ اوقیہ تھی۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ لہٰذا کل مہر پانچ سو درہم شرعی ہوا''، بحوالہ زرقانی 202/1: شرعی مہر کا خیال بہت دلچسپ ہے۔ اس بیان میں آپ کے ادائے مہر کا ذکر نہیں ہے اور نہ دوسری روایات کا؛ شبلی/سلیمان ج1، ص188 ''...اور پانسو طلائی درہم مہر قرار پایا'' بلا حوالہ ماخذ؛ طلائی درہم کا معاملہ باعث الجھن ہے۔ طلائی سکہ دینار تھا اور نقرئی سکہ درہم۔ پانچ سو طلائی درہم کی قیمت/قدر تو پانچ سو نقرئی درہم سے کم از کم دس گنا زیادہ ٹھہرے گی کہ عام طور سے درہم ودینار کی شرح تبادلہ یہی تھی؛ حکیم محمود احمد ظفر، مذکورہ بالا، ص162: چار سو مثقال/پانچ سو درہم کی دو روایات کا حوالہ سہیلی وغیرہ سے دیا ہے۔

[8]کتاب خاکسار ''رسول اکرم ﷺ اور خواتین۔ ایک سماجی مطالعہ'' دہلی 2006ء بحث وتفصیل کے لیے۔

[9]ابن اسحاق/ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ/ سہیلی، الروض الانف، بیروت 2009ء، ج1، ص426-437۔ حضرت ابوطالب کے فرزند کی کفالت نبوی و عباسی عم مکرم کی عام معاشی بدحالی کے سبب تھی جس سے قوم قریش دوچار تھی؛ مودودی، سیرت سرور عالم، ج2، ص120 بحوالہ ابن ہشام کا خیال ہے کہ ''حضرت علیؓ کی عمر اس وقت 4-5 برس سے زیادہ نہ تھی''؛ سید معین الحق، مذکورہ بالا، 140۔

[10]بحث کے لیے کتاب خاکسار، عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت کا دوسرا باب جو خاندان رسالت کے افراد سے بحث کرتا ہے، نیز اولین مسلمانوں کے تذکرے میں تمام مذکورہ بالا سیرت نگار جیسے سید معین الحق، ص141؛ مبارکپوری، ص146۔

[11]بخاری، حدیث :3: /فتح الباری، ج1، ص29-33؛ ابن ہشام/ سہیلی، ج2، ص384 ومابعد اور دوسرے ابواب۔

[12]کتاب خاکسار ''مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء'' باب زکوۃ وصدقات اور عمرہ وحج۔

[13]برائے بحث کتاب خاکسار: عہد نبوی کا تمدن، باب اجتماعی بعام خیر۔

[14]بخاری/فتح الباری، ج380، 3-381؛ ج4، ص517، 211 وغیرہ؛ ج10، ص519؛ نیز مقالہ خاکسار: عہد جاہلی۔ مکی میں تحنث کی اسلامی روایت، معارف اعظم گڑھ جولائی، دسمبر 2007۔

[15]شاہ ولی اللہ، حجۃ البالغہ، مکتبہ سلفیہ کراچی/ مبنی بر طباعت مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱۹۵۱ء/۱۲۷: ''وكانت فيهم الزكوٰة وكان المعمول عندهم، منها قرى الضيف وابن السبيل وحمل الكل والصدقة على المساكين وصلة الارحام والاعانة على نوائب الحق وكانوا يمدحون بها ويعرفون انها كمال الانسان وسعادته''...

[16]بحث کے لیے کتاب خاکسار ''مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، مذکورہ بالا، باب زکوۃ وصدقات، آیات کریمہ ہیں: اعراف:156؛ مریم:31، 55؛ انبیاء:73، مومنون:40، لقمان:4؛ روم:39؛ فصلت:70؛ مزمل:20؛ البینۃ:5 وغیرہ مدنی آیات مزید ہیں۔

[17]بخاری/فتح الباری، ج330، 3-332؛ 338 وغیرہ؛ احادیث بخاری میں کسی میں صدقہ ہے اور کسی میں زکوۃ، دونوں ایک دوسرے کیلئے مستعمل ہوتے ہیں اور عام جمع صدقات دونوں کی جامع ہے۔ احادیث بخاری: 2941؛ 4553، 5980 وغیرہ؛ فتح الباری؛ ج3، ص1463 مابعد؛ 503 وغیرہ، بحث کیلئے: مکی عہد میں اسلامی احکام کا ارتقاء، 115-120 ومابعد، ابن کثیر، البدایہ، ج3، ص69-70۔

[18]

[19]ابن کثیر، تفسیر آیت کریمہ؛ بخاری/فتح الباری، كتاب الزكوٰة، باب الفرض فی الزكاة، ترجمة الباب، وقال النبی ﷺ: تصدقن ولو من حليكن''

فلم یستثن صدقة الفرض من غیرھا...الخ ج3، ص393؛مابعد: صحابیات نے کسی عہد کے موقع پر خطبہ نبوی کے بعد اپنے زیورات صدقہ کیے تھے۔ فرض اور نفل کا فرق نہیں کیا۔

20

[21]بخاری: 1493وغیرہ۔ مولاۃ، حضرت میمونہ بخاری1492؛فتح الباری، ج3، ص447، ومابعد۔

[22]بخاری: 1709؛فتح الباری، ج3، ص695ومابعد۔

[23]ادریس کاندھلوی، ج2، ص171بحوالہ زرقانی، ج1، ص460؛ مگر سورہ کوثر سے متعلق بحث ہی نہیں کی۔ دوسروں کا حال بھی یہی ہے؛مودودی، 1-2نے قرآن کی تفسیر اور کتاب سیرت دونوں میں قربانی کے حکم و عمل پر نام رب سے ذبیحہ کا نکتہ نکالا ہے جو تمام دوسرے اور مفسرین اور شارحین اور اہل سیر کے ہاں بھی ہے۔اس کا بودا پن اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ذبیحہ غیر اللہ کے نام سے کرتے ہی نہ تھے۔ابن اسحاق نے صرف عاص بن وائل سہمی کے قول کو سبب نزول بتایا ہے جب کہ دوسروں کے ہاں متعدد اکابر کے اقوال ہیں۔ سہمی شیخ کا قول بے رحمانہ نہیں۔ بہر حال ان سے آپ کے ایک عمل عبادت پر خرچ کی واقعیت ملتی ہے۔

[24]فتح الباری، ج3، ص701؛حدیث بخاری: 1716کی شرح میں اس تعداد کے علاوہ سواونٹ نحر کرنے کا بھی ذکر ہے؛نیز فتح الباری، ج10، ص5ومابعد: کتاب الاضاحی کے ابواب وغیرہ؛ تمام سیرت نگاران اردو، عربی وغیرہ۔

[25]ابن سعد، ج4، ص133-135؛ بلاذری، ج1، ص449وغیرہ؛ بخاری، کتاب العقیقہ/فتح الباری، ج9، ص722-740؛ ترمذی، کتاب الاضاحی /عارضۃ الاحوذی، ج6، ص313-314؛مکی احکام کا ارتقاء، ص319-321۔

[26]سورہ حشر: 6، وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ...الخ کی تفسیر مختلف کتب تفسیر میں؛حکیم محمود احمد ظفر، مذکورہ بالا، 690-691بحوالہ ابن سعد، عیون الاثر، ج2، ص76؛ نیز بخاری، ج2، ص574-575 ؛ فتح الباری، 254/79؛زاد المعاد، ج2، ص71؛ابن ہشام، ج2، ص190-192؛ زرقانی، ج2، ص80-86؛البدایہ والنہایہ، ج4، ص74-80۔

[27]ابن ہشام/سہیلی، ج3، ص275: شارح نے بیان ابن اسحاق: ان اصبت فمالی لمحمد یصنع فیه ماشاء" کی شرح میں کچھ نہیں لکھا؛بلاذری، انساب الاشراف، بیروت2008ء، 1-2، 630،685، 803،1254۔1255۔

[28]مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فی تقدیم الزکوٰۃ؛ بخاری،کتاب الزکوٰۃ، باب قول الله تعالى: وفی الرقاب..الخ؛فتح الباری، ج3، ص417؛حدیث: 1468میں اصل متن و تشریح ہے جب کہ اس کے قبل (ج3، ص393) میں حافظ موصوف کی حضرت خالدؓ کے ہتھیاروں پر عمدہ تبصرہ ہے۔ حدیث: 1468میں فرمان نبوی ہے: "ماینقم ابن جمیل الا انه کان فقیرا فاغناه الله رسوله وأما خالد فانکم تظلمون خالدا، قداحتبس ادراعه واعتده فی سبیل الله، واما العباس ابن عبدالمطلب فعم رسول اللهﷺفهی علیه صدقة و مثلها معها"، آخر میں ابن اسحاق کی متابع حدیث ہے: هی علیه ومثلها معها۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.